Tauseeq, Volume. 6, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v6i1.2

Received: 30-04-2025
Accepted: 16-05-2025
Published: 30-06-2025

اردو درسی کتب میں شامل افسانہ 'بھیڑیا' ماحولیاتی تنقید کے تناظر میں

An Eco-Critical Study of the fiction "Bheriya" included in Urdu textbooks

محمد رضا *

پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ اسلم

Abstract:

This research paper examines the short story Bheriya (The Wolf) by Farooq Sarwar through the lens of eco-criticism, focusing on its inclusion in Urdu textbooks and its relevance to contemporary environmental and social discourse. Bheriya is a symbolic narrative that critiques systemic injustice and highlights the interconnectedness of human suffering and environmental degradation. Farooq Sarwar, a multilingual writer and legal professional, uses this allegory to reflect on societal inequalities and the imbalance caused by the exploitation of natural and social resources.

The study explores how the story underscores the role of mutual awareness and collective action in addressing social and environmental challenges. By examining the themes of oppression, resilience, and hope, this paper argues that Bheriya serves as a valuable pedagogical tool to instill ecological consciousness and social responsibility in young readers. The analysis emphasizes the story's ability to inspire critical thinking about justice, equity, and sustainability, making it a vital part of Urdu literary education.

Keywords: Eco-criticism, Bheriya, Urdu textbooks, Environmental justice, social inequality, Ecological consciousness.

*اسکالر پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

شعبہ اردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

ماحولیاتی تنقید کا آغاز دیگر تنقیدی نظریات اور اصناف ادب کی طرح مغرب سے ہوا ہے۔ یہ تنقیدی فکر اپنی ترجیحات، دلائل اور مسائل کی بنیاد پر دیگر معاصر تنقیدی نظریات سے الگ اور ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اس میں فطرت اور ماحول کو لاحق خطرات اور وجوہات سے بحث کی جاتی ہے جب کہ دیگر تنقیدی دبستان جیسے پسِ ساختیات، نوتاریخیت، نومارکسیت اور مابعد نوآبادیات میں لسانی، فلسفیانہ، ثقافتی اور تاریخی بحث و مباحثہ کیا جاتا ہے۔ ماحولیاتی تنقید کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر اورنگ زیب فاروقی لکھتے ہیں:

" ماحولیاتی تنقید ادب اور طبعی ماحول کے مابین رشتوں کے مطالعے کا نام ہے" (۱)

ماحولیاتی تنقید کے حوالے سے نوشین قمر نے این ایس سبراہ منیم کی تعریف کو اس طرح نقل کیا ہے:

" ایکالوجی میں زندہ جانداروں کا ماحول کے ساتھ تعلق اور اس کا سامنا کرنے کے طریقوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے ایکالوجی کی اصطلاح ادبی تنقید میں استعمال ہوئی تو یہ ایکو کرٹی سزم کہلائی "(۲)

ماحولیاتی تنقید کا بنیادی نکتہ اور مدعا یہ ہے کہ ہر شے دوسری شے سے ربط اور تعلق رکھتی ہے لہٰذا ہر شے کی زندگی وغیرہ کے بارے میں معتدل رویہ اختیار کرنے اور اس شعور و فکر کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اردو ادب میں اگرچہ اس تنقیدی نظریے کا آغاز نوے کی دہائی کے بعد شروع ہوا لیکن اب اس کی اہمیت عصری تناظر میں کافی حد تک بڑھ چکی ہے اس تنقیدی نظریے کی اہمیت و وسعت بیان کرتی ہوئی ڈاکٹر صوفیہ یوسف لکھتی ہیں:

" 80 کے عشرے میں ادبی اور ماحولیاتی اسکالرز نے اجتماعی طور پر ایکو کرٹی سزم پر کام شروع کیا اور اس طرح اس نے ایک جنرل کے طور پر دنیائے ادب میں اپنی جگہ بنائی۔ دورِ حاضر کے ماحولیاتی مسائل کی وجہ سے ایکو کرٹی سزم کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے" (۳)

ماحولیاتی تنقید میں درحقیقت حیات مرکزیت نظریہ اور فکر فوقیت پسند نظریہ بشر مرکزیت نظریہ کی نسبت وسیع مفہوم رکھتے ہیں۔ اس تنقیدی فکر میں تمام چیزوں کو بغیر کسی فوقیت کے اہمیت دی جاتی ہے اور یہی حیات مرکزیت نظریے کا اصل مقصد اور نعرہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی امتیازیت کی نفی کی جاتی ہے۔ فطرت اور ماحول میں موجود ہر جز کو قابلِ غور سمجھنا، اہمیت دینا اور کسی بھی تسلط و بالادستی سے انکار کرنا اس نظریے کا اصل مدعا ہے۔ اس نظریے کے مفہوم اور حقیقت کی وضاحت مغرب کے بہت سے نقادوں اور تخلیق کاروں کی تحریروں سے ہو جاتی ہے۔ فطرت اور ماحول کی یکسانیت کے بارے میں مغربی تخلیق کار تھورے کی تحریروں اور نظریات کے بارے میں محمد عرفان لکھتے ہیں:

"اس کے خیال میں فطرت کو اس کی ہمہ گیر کلیت کے ساتھ دیکھنا چاہیے۔ والڈن کی فہرست کا مطالعہ کریں: اقتصادیات، اپنے مقصد حیات، گاؤں، تالاب، سرمائی جانور سے لے کر فطرت کی عموما گرفت میں نہ آنے والی آوازوں پر تھورے نے پورا پورا باب لکھا ہے تھورے نے خود کو یعنی انسان کو فطرت کا جز سمجھتا ہے، نہ کہ فطرت پر حاکم یا منصرم "(۴)

افسانہ بھڑیا فاروق سرور کا لکھا ہوا ایک علامتی افسانہ ہے۔ علامت نگاری اردو شاعری اور نثر کا اہم حصہ ہے۔ جب اظہار پر پابندی عائد کر دی گئی تو تخلیق کاروں نے علامتی انداز میں لکھنے کا آغاز کر دیا۔

یہ افسانہ جماعت نہم کی اردو کی درسی کتاب کا حصہ ہے۔ اس افسانے کے موضوعات، زبان و بیان اور اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ بظاہر بلوچستان کے حالات، واقعات، سانحات اور وہاں کی فضا اور ماحول وغیرہ پر مشتمل ایک علامتی افسانہ ہے لیکن اسے ملکی حالات کے تناظر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

فاروق سرور بہت بڑے تخلیق کار ہیں۔ وہ بیک وقت پشتو، انگریزی اور اردو میں لکھتے ہیں۔ ان کا تعلق بلوچستان سے ہے۔ اور وہ وہاں کے حالات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ پاکستان کے معاشرے اور سماج میں عمومی طور پر اور قبائلی علاقے اور نظام میں خصوصی طور پر مرد و زن، جوان اور عوام پر مختلف حیلے بہانوں سے طرح طرح کے ظلم و ستم روا رکھے گئے ہیں۔ نہایت تعجب بلکہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ا کیسویں صدی میں بھی خطرناک حالات اور دل خراش واقعات و سانحہ تسلسل کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں۔ بلوچستان جغرافیائی اور چند دیگر حوالوں سے اہمیت کا حامل خطہ اور صوبہ ہے۔ یہ وسیع و عریض قدرتی وسائل و ذخائر سے مالا مال اور کم آبادی پر مشتمل اور حقوق سے محروم صوبہ ہے جہاں آئے روز سانحات اور قتل و غارت کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بلوچستان کے عوام قدیم قبائلی اور جدید سیاسی نظام اور عالمی سازش کی وجہ سے انسان کے بنیادی حقوق، انصاف کی عدم دستیابی اور صوبائی سطح پر موجود وسائل اور ذخائر کے باوجود یکسر محرومی پر آواز اُٹھا اور تحریک چلا رہے ہیں اور روز بروز اس نوعیت کی تحریکوں میں شدت آ رہی ہیں۔ بلوچستان کے حالات اور ماحول کے بارے میں طاہر اقبال یوں تحریر کرتے ہیں:

" قبائلی نظام، عورتوں کی حق تلفی، پسماندگی، تعلیم کی کمی، فرسودہ روایات یہاں کیا کم تھے کہ آئے روز ٹارگٹ کلنگ، بم دھماکے، اغوا اور صوبے میں خانہ جنگی کی سی کیفیت نے لوگوں کو نقل مکانی پر مجبور کر دیا

ہے۔ خصوصاً غیر بلوچ افراد جو کئی نسلوں سے یہاں بس رہے تھے۔ وہ جانیں بچا کر یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔"(۵)

بلوچستان میں وافر مقدار میں موجود وسائل، معدنیات اور ذخائر کے باوجود وہاں کے حالات اور مکینوں کی محرومی نے متشدد فکر اور مزاحمتی رویے کو فروغ دیا ہے۔ اس صوبے کو مکمل قومی دھارے میں لا کر وہاں بسنے والوں کو حقوق دینے کے بجائے حاکمانہ اور جابرانہ تسلط قائم کرتے ہوئے ظلم و ستم کا ماحول پیدا کرنے سے معاملات دن بدن بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اب وہاں کی اکثریت بالا خصوص جوان طبقے کی سوچ اور فکر مزاحمت اور شدت پسندی کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ نیز مزاحمتی رویے اور رجحان میں آئے روز شدت آرہی ہے ۔ نتیجتاً ملک کے دیگر خطوں کی نسبت سب سے زیادہ مزاحمتی ادب وہاں تخلیق ہو رہا ہے اور بہت سے مزاحمتی قلم کاروں کی تخلیقات سامنے آرہی ہیں۔ وہاں کی سنگین صورت حال اور حالات کی وجہ سے شاہ محمد مری جیسے تخلیق کار وغیرہ قلمی جہاد کرتے نظر آرہے ہیں۔

فاروق سرور نے اپنے افسانے "بھڑیا" میں وہاں کے ماحول اور اس ماحول میں رہنے والوں کی تکلیف، دکھ درد اور تلخ زندگیوں کی عکاسی کی ہے۔ وہ نہ صرف بلوچستان کے اصل حالات و واقعات کے اسباب اور وجوہات سے واقفیت رکھتے ہیں بلکہ محکوم و مقہور اور مظلوم طبقے کی بے بسی کے چشم دید گواہ بھی ہیں، وہ عدالت کے شعبے سے بھی منسلک رہے ہیں وہ یہ بات بھی بہتر جانتے ہیں کہ پاکستان خاص طور پر بلوچستان میں رہنے والے لوگ کتنے آزاد ہیں اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنے، حقوق بشر دلانے اور مظلوم طبقے کو ان کے حقوق پہنچانے والے عدالتی نظام میں موجود منصفیں کتنے مجبور بلکہ مجبور محض ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقات میں علامت اور مزاحمت کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے تخلیقی سفر اور انفرادیت کے بارے میں طاہر اقبال لکھتے ہیں:

> " ان کے تین مجموعے پشتو زبان میں چھپے ایک مجموعہ افسانوں کے تراجم کی شکل میں" ندی کی پیاس" کے عنوان سے چھپا۔ ان کے ہاں علامتی رنگ غالب ہے۔ عہد کی نارسائی، ماحول کا جبر اور اندر کا خوف ان کے افسانوں میں کئی علامتوں کو ساخت کرتا ہے۔ معاشرہ ترقی کے بجائے تنزلی کی سمت گامزن ہے جو اخلاقی و تمدنی اقدار اور معیارات ایک مثبت سطح قائم کیے ہوئے تھے وہ مضبوط ہونے کے بجائے اب کمزور ہو رہے ہیں"(۶)

افسانے بھڑیا کا آغاز خوفناک فضا، ہولناک ماحول، خدشات اور اخلاق و انسانی حقوق کی پائمالی کی عکاسی پر مشتمل ہے۔ انسان کا اپنے ماحول یعنی ارد گرد کی طرف دیکھنے کا عمل دو طرح سے ہوتا ہے۔ اوّل یہ ہے کہ انسان کا اپنے ماحول اور قرب وجوار کی طرف دیکھنا اور سوچنا

خوشی، فرحت، ترقی، خواہش اور امید پر مشتمل ہوتا ہے۔ در واقع اس عمل میں پر سکون ماحول، امن و امان پر مشتمل معاشرہ اور روایات ہوتی ہیں۔ دو، یہ کہ دیکھنے کا عمل وحشت، خوف اور ڈر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا پس منظر قتل غارت، جبری گمشدگی اور انسانی اور بنیادی حقوق کا غصب کرنا وغیرہ پر مشتمل ہے اور بالآخر یہ عمل مزاحمت اور انتقام کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہاں ثانی الذکر صورت کو بیان کیا گیا ہے۔ افسانے میں ماحولیاتی انصاف کا فقدان، ناانصافیوں کا راج اور حقوقِ انسانی کی پائمالی کے علاوہ سب سے بڑی نعمت آزادی سے محرومی کو موضوع بنایا ہے۔ انہوں نے علامتی انداز میں سفاک اور خون خوار صفت انسان کو بھیڑیے سے تعبیر کیا ہے۔ بھیڑیا انسانوں اور مظلوم، لاچار اور بے بس لوگوں پر حملہ کرنے کے لیے نہ صرف وحشت ناک انداز میں کھڑا رہتا ہے بلکہ غرا بھی رہا ہوتا ہے۔ اس کی وحشت ناک آواز اور حملے سے جان بچانے والے خوف و ہراس سے پُر لمحات اور ماحول سے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے آدمی مجبور ہو کر آخر کار درخت کا سہارا لینے کے لیے درخت پر جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ یہاں درخت کو بھی علامتی علامت کے طور پر استعمال کیا ہے، یہاں کوئی بھی سہارا ہو سکتا ہے۔ گھٹن زدہ ماحول سے ڈرا اور سہما ہوا آدمی درخت پر پناہ لینے کے باوجود مسلسل خوف ڈر اور اذیت ناک ساعتیں گزارنے پر مجبور ہے کیونکہ بھیڑیا درخت کے نیچے کسی بھی لمحے حملہ کرنے کے لیے تاک میں بیٹھا ہوا ہے اور غرا بھی رہا ہے۔ اس طرح کے سماج میں انسانی حقوق میسر ہونا اپنی جگہ لیکن اپنی مرضی سے سانس لینے اور جینے کی بھی آزادی نہیں ہوتی یہ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس جدید تنقیدی فکر میں حیات بشر سے ہٹ کر دیگر جانداروں کی حیات اور تحفظ کی بات کی جاتی ہے۔

حیات مرکزیت اگرچہ اس تنقیدی نظریے کا اصل محور ہے لیکن تعجب کی بات ہے کہ ایک حصہ یا صنف اپنے ہی حصے اور صنف کو بچانے اور تحفظ دینے کے بجائے مختلف بہانے تراش کر اذیت و تکلیف دینے اور مارنے پر تلا ہوا دکھائی دیتا ہے جبکہ اس طرح کا قبیح عمل عقل و شعور سے محروم جانوروں میں بھی کم دیکھنے کو ملتا ہے۔ افسانے میں بظاہر درخت لوگوں کی جانیں بچانے کا کردار ادا کر رہا ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ ہر سماج اور معاشرے میں اب بھی بعض افراد انسانوں کی فلاح اور جانیں بچانے میں کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اس افسانے میں اس مسلمہ حقیقت کی جھلک نظر آتی ہے۔ جب تک کوئی شے اپنی فطرت سے جڑی رہتی ہے کسی بھی جگہ اور کسی بھی معاشرے میں کوئی نقصان یا مسائل پیدا نہیں ہوتا جب کوئی شخص فطرت سے دور ہو کر ہوس، خواہش کو پورا کرنے اور ضروریات زندگی کو ناجائز طریقے سے پورا کرنے کے لیے ہاتھ بڑھا لیتا ہے اور ہوس کے گھوڑے کو بے لگام چھوڑ دیتا ہے تو سماج و ماحول ہی کیا لوگوں کے حقوق کو پاؤں تلے روند دینے میں بھی تامل نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مفاد پرست اپنی مفاد کی خاطر انسان کی جانوں سے کھیلتے ہیں۔ یہاں دونوں طرح کے کرداروں اور رویے کے عکاسی ہو رہی ہے۔ سفاک اور خون خوار انسان جو بھیڑیے کی صورت میں محض اپنے فائدے کے لیے دوسرے انسانوں کو گزند پہنچانے اور مارنے کے لیے تاک میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن دوسرا انسان درخت کی صورت میں اپنے صحن کے افراد کو تحفظ دینے اور ان کی

جانیں بچانے کے لیے اپنی طاقت کو آخری حد تک استعمال کر رہا ہے۔ یہ قابل غور اور اہم بات ہے کہ ایک انسان کا کردار بدل جانے سے سماج اور ماحول میں غیر یقینی صورتِ حال، وحشت اور ڈر کی فضا قائم ہو جاتی ہے جبکہ دوسرے انسان کا فطرت پر قائم رہ کر انسانی کردار ادا کرنے کا عمل معاشرے کے ستم رسیدہ لوگوں کے لیے سہارا اور امید بن جاتا ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت ڈاکٹر اورنگزیب کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے:

> "آدمی اور درخت دونوں دھرتی کے بیٹے ہیں لیکن زمین کے ساتھ ان کے تعلق کی نوعیت مختلف ہے۔ آدمی تاریخ کے رحم و کرم پر رہتا ہے۔ سماجی حرکیات میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ زمین اور دھرتی کے ساتھ اس کے رشتے کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے جبکہ درخت تاریخ کا ناظر ہے۔ اس کی جڑیں زمین سے پیوست رہتی ہیں اس لیے وہ اپنا مقام اور کردار تبدیل نہیں کرتا"[۷]

افسانے میں آزادی کی نعمت سے محروم ہونے کے بعد کی اذیت ناک زندگی کو بیان کیا ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ آزادی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ آزادی کی قدر قیمت وہ شخص اچھی طرح کر سکتا ہے جس سے آزادی کا حق سلب کر کے محکوم و مقبول اور مقید صورت میں رکھا گیا ہو۔ انصاف پر مبنی سماج اور حقوق بشر کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص اور انسان کو آزادی کی فضا میں سانس لینے اور سوچنے کے ساتھ اس کے اظہار کرنے کا حق میسر ہو اگر سماج اور انسانی ماحول میں آزادی مفقود ہو تو نہ صرف سماج اور معاشرے کا زوال شروع ہو گا بلکہ بالآخر حقوقِ انسانیت غصب کرنے والا غاصب، ظالم اور خیانت کار خود بھی جلد یا بدیر دوسروں کی طرح مشکلات، مسائل اور مصائب کا شکار ہو کر اور مکافاتِ عمل کا سامنا کر کے قعر مذلت میں گر کر ہلاک ہو جائے گا۔ سرور فاروق نے افسانے " بھڑیا" میں سماج کو ظلم و بربریت سے تاراج کرنے والے سفاک لوگوں کی ذہنیت اور عمل کو بیان کرنے کے ساتھ مظلوم و مقہور شخص کی دلی کیفیات کو بھی بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جبر، گھٹن کی فضا اور ماحول میں بسنے والوں کو آزادی اظہار و بیان سے محروم رکھ کر دیگر آسائشوں کا اہتمام اور اسباب فراہم کیا بھی جائے تو وہ اس کا لطف نہیں اٹھا سکتا اور اس بات سے پتا چلتا ہے کہ آزادی جیسی نعمت کا دوسری اشیا اور آسائش واسباب سے موازنہ نہیں ہے۔ فاروق سرور اس صورت حال کو لکھتے ہیں:

> " یہاں سب کچھ ہے ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن یہاں جس چیز کی کمی ہے اور جس چیز کے لیے میں تڑپ رہا ہوں وہ ہے آزادی لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی کا تقاضا کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا

پڑے گا اور بھڑیے کو ہلاک کرنا ہوگا لیکن مجھ میں اتنی جرات نہیں، میں بھڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے "[۸]

افسانے میں اگرچہ ظلم و ظلمت سے پر سماج، وحشت ناک صورتحال اور بہت سے مسائل کو ضرور بیان کیا ہے لیکن اس میں کلی طور پر یاسیت پر مشتمل فکر اور سوچ کو قائم نہیں کیا ہے بلکہ ہر سطح کے ظلم و ستم کا خاتمہ تدبر، حکمتِ عملی، عدم قبولِ ظلم اور مزاحمت کے ذریعے ہونے کی امید بھی دکھائی ہے۔

افسانے بھیڑیا میں ماحولیاتی تنقید کا نقطہ نظر اور فکر تو اپنی جگہ لیکن عمومی سطح پر انسانی سماج میں بشر مرکزیت نظریے کے فلسفے، کردار اور آثار بالکل مفقوط ہونے کو بھی بیان کیا ہے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ یہاں انسان انسان کے ہاتھوں مر رہا ہے۔ بھیڑیا صفت سفاک انسان معاشرے میں رہنے والوں کو زیادہ اذیت اور تکلیف دے رہا ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ اب تو جلد مرنے کی دعائیں کرتے ہوئے جی رہے ہیں۔ افسانے کے دوسرے حصے میں سرور فاروق اس تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اب تو اس ماحول میں پیدا ہونے اور تربیت پانے والا بچہ بھی جنم لینے سے موت تک وحشت ناک ماحول میں سانس لینے اور زندگی کی ساعتیں گزارنے پر مجبور ہے۔ انہوں نے اس واقعیت کو بھی بیان کیا ہے کہ اس طرح کے سماج اور ماحول میں معدودے چند لوگ انسانیت کے لیے قربانی دیتے اور کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں مگر سوچنے والی بات یہ ہے کہ یہ مدت اور لمحہ بہت مختصر ہے۔ دو حوالوں سے ان میں سے پہلا یہ کہ بھیڑیوں سے بھاگنے والوں کو دن کے وقت تھوڑا سکون سہولت اور آسانی میسر ہے کیونکہ وہ انسانیت کے لیے قربانی دینے والے چند افراد کے ہمراہ ہوتے ہیں یا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں لیکن جب شام ہو جاتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے تو بے بس افراد کو سفاک لوگوں کی یاد، ان کا ڈر اور خوف زیادہ محسوس ہونے لگتا ہے کیونکہ کوئی بھی بزدل ظالم و جابر ظلم کرتا ہے تو وہ چھپ کر وار کرتا ہے اس لیے وہ اکثر رات کے وقت کا انتخاب کرتا ہے۔ اللہ تعالی نے رات کو آرام اور سکون کے لیے بنایا ہے مگر سفاک انسان کے سبب دیگر انسان وحشت ناک حالت اور خوف میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تعلیم، صحت، زراعت، زمین، ذخائر، امن و سکون اور آزادی وغیرہ وہاں کے مکینوں کے حقوق ہیں۔ یہ تمام حقوق میسر ہونے کی بنا پر سکون ماحول پر مشتمل معاشرہ قائم ہونا چاہیے تھا مگر حقیقت اس سے مختلف ہے، وہاں بسنے والے روز بروز لاغر اور نحیف ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لیے بھاگ رہے ہیں جبکہ اشرافیہ سیاستدان حکمران دن بدن طاقتور بنتے جا رہے ہیں۔ فاروق سرور اس صورتحال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت مختصر اور جامع انداز میں لکھتے ہیں:

"اکثر میں سوچتا ہوں کہ کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا، کب تک انتظار کروں گا کہ بھیڑیا بھوک سے مر جائیں اور وہ بجائے مرنے کے پہلے سے زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔"(۹)

افسانے میں معاشرتی سطح پر موجود المیے کی طرف اشارہ موجود ہے کہ اب تو ڈر، خوف اور وحشت نہ صرف مکینوں تک محدود ہے بلکہ سماج کا حصہ بن چکی ہے۔اب تو بھیڑیا نہ صرف تاکتا رہتا ہے بلکہ جنون کی صورت میں اس درخت کے تنے کو دانتوں سے کاٹنا اور پنجے گاڑھنا شروع کر دیتا ہے۔واضح رہے کہ سماج میں صرف مظلوم طبقے پر ظلم نہیں ہو رہا بلکہ اس طبقے کے تحفظ اور پاسداری کرنے والے لوگوں اور راہوں کو قتل اور مسدود کیا جاتا ہے۔ماحولیاتی تنقید کا فلسفہ ہر ایک ذی حیات اور حقوق کو یکساں قرار دینا ہے۔ یہاں رشتوں کے لحاظ اور تعلق کو اپنی سیاسی اور معاشی مفاد کی خاطر ختم کرتے نظر آتے ہیں۔اس تنقیدی فکر اور اصل ماحول کے فلسفے کے بارے میں محمد اسحاق نے لکھا ہے:

"۔۔اس میں انسانی ثقافت اور فطرت کے درمیان موجود رشتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور یہ مطالعہ کسی کو برتر یا قرار دینے کے بجائے مساوی اور آپسی عزت و احترام کے رشتے پر مبنی ہوتا ہے۔"(۱۰)

انسانوں پر کوئی اور مخلوق ظلم و زیادتی نہیں کر رہی ہے بلکہ خود انسان یہ کریہہ و قبیح عمل انجام قرار دے رہا ہے۔انسان نما بھیڑیے اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کی خاطر کھلم کھلا بلکہ متکبرانہ انداز اور لہجے میں سماج اور مکینوں پر مسلسل ظلم کرتے چلے آ رہے ہیں۔اس نوعیت کے ماحول میں اخلاق، انصاف، حقوق اور عدالت کا فقدان ہوتا ہے۔ جابر و سفاک لوگ مختلف روپ اختیار کر کے ہر موقعے اور ہر لمحے ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں۔ ظالموں کا کردار سازشوں اور ظلم کی چکی میں پسنے والوں کی کیفیت کے بارے میں فاروق سرور اس طرح لکھتے ہیں:

" دونوں بھیڑیوں کا یہ اچانک باولا پن ہمیں مزید ڈرا دیتا ہے لیکن ایک بات یہ ہے کہ ہم دونوں کے بھیڑیوں کا تعلق آدمی سے ہے۔ میرے ساتھی کا بھیڑیا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور میرا بھیڑیا اس سے، خاص بات یہ ہے دونوں بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے لاتعلق رہتے ہیں اور ہم اس بات سے حیران ہوتے ہیں"(۱۱)

اس افسانے میں ماحول اور معاشرے میں موجود فکر اور سوچ کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ معاشرے میں اس طرح کے سانحات اور واقعات رونما ہونے اور حقوق سلب ہونے کی وجوہات میں سے بڑی وجہ معاشرے میں بسنے والے لوگوں کی آپس میں اتحاد و اتفاق کا نا ہونا ہے۔ان کے مابین اختلافات بڑھتے ہیں اور ظلم و بربریت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ظالم اور بھڑیا نما سفاک انسان اس طرح کے موقعوں سے زیادہ فائدہ اٹھاتا ہے اور اس طرح سے معاشرے میں انصاف کا خون ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں لوگوں کو ایک دوسرے سے

دور رکھنے کے لیے علاقیت، فرقہ واریت اور اب لسانیت جیسی سازشوں کے ذریعے لوگوں کے درمیان اختلاف کو قائم رکھنے کے لیے مختلف حربے اختیار کرتے رہتے ہیں۔ماحول اور معاشرے میں اختلافات، انفرادیت پسندی، دہشت گردی اور دوسروں کے حقوق اور مال ومتاع پر ڈاکہ ڈالنا غیر فطری اور غیر اخلاقی کام ہے۔یہ کام معاشرے کے زوال کی طرف جانے کی علامتیں ہیں۔اس طرح کے کاموں اور کرداروں کے ذریعے ملک، قوم اور معاشرہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔افسانے میں یہ بات اور مفہوم بھی موجود ہے کہ کسی بھی ماحول اور معاشرے کے تحفظ، حقوق اور آزادی حاصل کرنے اور غاصب و جابر لوگوں سے مقابلے اور مزاحمت کرنے کے لیے قربانی کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کوئی شخص مقابلے کے لیے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس کی یہ قربانی اوّلین قربانی شمار ہوتی ہوگی اور اس شخص کی قربانی کی اہمیت بہت زیادہ ہوگی کیونکہ پہلی قربانی ہی کی وجہ سے دوسرے لوگوں میں مزاحمت اور مقابلہ کرنے کی ہمت و جرات ہوئی ہے۔اس طرح لوگ رفتہ رفتہ عدل وانصاف قائم کرنے، حقوق کی پاسداری اور آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔انہوں نے اپنی تحریر میں یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ معاشرے کو سدھارنے اور آزادی کی نعمت حاصل کرنے کے لیے میدان عمل میں جرات کے ساتھ قدم رکھنے اور ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے، اس طرح سے ظلم و بربریت کے بتوں کو پاش پاش کیا جاسکتا ہے۔اس طرح کی قربانیوں کے سبب حقوق کی مساویانہ تقسیم، پرامن اور انصاف پر مشتمل معاشرے کی بنیاد دوبارہ رکھی جاسکتی ہے۔یہ بات سچ ہے کہ ظلم و ظلمت کی بنیادیں ناپائیدار ہوتی ہیں، کسی بھی وقت اور لمحے میں ظلم اور طاقت کے بل بوتے پر قائم کی ہوئی حکومت و فضا ختم ہو سکتی ہے اور ظلم و ظلمت کا بادل چھٹ سکتا ہے۔اگر کوئی بھی مظلوم اور مقہور شخص جرات اور قربانی کے جذبے سے سرشار ہو کر مقابلہ کرتا ہے تو ظالم و غاصب لوگ مظلوم اور اہل حق کے مقابلے میں جلد سرنگوں ہو جاتے ہیں۔لیکن شرط یہ ہے کہ مظلوم اپنے حقوق لینے کے لیے متحد ہوں۔صدیوں سے زیرِ ستم رہنے والا سماج اور مکینوں کے وجود میں خوف و وحشت حصہ بن چکی ہوتی ہے۔اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

> " اس سے پیشتر کہ میرے ساتھی کا بھیڑیا اسے زمین پر گرائے وہ اس چھوٹی سی شاخ سے بھیڑیے کو مارتا ہے جو اس نے درخت سے توڑی ہوئی ہے۔اس کا بھیڑیا اس وقت زمین پر گرتا ہے اور چند لمحوں میں مر جاتا ہے "(۱۲)

آغاز میں ایک ہی شخص کی قربانی، مزاحمت اور مقابلے سے ماحول اور حالات یکسر تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔یہ بات سچ ہے کہ حق اور سچ سے ظالم اور غاصب کو ڈر اور خوف لاحق ہوتا ہے۔اس افسانے میں بھی بھیڑیے کی وحشت ناک صورت میں تنے کو دانتوں سے گزند پہنچانے کی کوشش اس کا آخری حربہ ہے کیونکہ اس پر یہ خوف طاری ہو چکا ہے کہ اس طرح سے تو لوگ اپنے حقوق اور آزادی حاصل کر سکیں گے۔بھیڑیا پہلے شخص کی قربانی، مزاحمت اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کرنے کا منظر دیکھ چکا ہے۔افسانے میں یہ بھی جھلک دکھائی ہے کہ دونوں

مظلوم افراد درختوں پر پناہ لیے ہوئے ہیں آخر کار دونوں وعدہ کرتے ہیں کہ دونوں نیچے اتر کر بھیڑیوں کا مقابلہ کریں گے لیکن عین اسی وقت پہلا شخص چھلانگ لگا کر مقابلہ کر کے نجات حاصل کرتا ہے جبکہ دوسرا شخص ڈر اور خوف کی وجہ سے وعدہ خلافی کر کے درخت سے لپٹ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پہلے شخص نے نہ صرف خود کو بھیڑیے کے چنگل سے آزاد کیا ہے بلکہ معاشرتی انصاف قائم کرنے اور ماحول کو بہتر بنانے میں کردار ادا کرتے ہوئے دوسرے لوگوں کی رہنمائی اور ہمت بھی بڑھا رہا ہے، وہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ تم لوگ اذیت میں رہنے کے بجائے نیچے اتر کر بھیڑیوں کا مقابلہ کرو تم لوگ بھیڑیے سے طاقتور ہیں، تم لوگ آسانی کے ساتھ بھیڑیے کو زیر اور مار سکتے ہیں اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن آزادی کی راہ میں ایک مشکل اور دقت یہ ہے کہ خوف و ڈر ماحول اور لوگوں کے دلوں میں ایسا راسخ ہو چکا ہے اور آزادی حاصل کرنے والا شخص ہمت دینے کے ساتھ قسمیں کھا رہا ہے اس کے باوجود دوسرے لوگوں کو ہمت نہیں ہو رہی کہ نیچے اتر کر مزاحمت کریں بلکہ وہ اپنی بزدلی پر اپنے آپ کو برا بلا کہتے ہوئے ظالموں کو بد دعائیں دے رہے ہیں۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ لوگوں پر جبر و قہر حد سے بڑھ جاتا ہے، حقوق اور آزادی سلب کرنے کے علاوہ سفاک لوگ ان کے گھروں کی چار دیواری پر قدم رکھنے لگتے ہیں تو اس وقت مرتا ہوا انسان تو اپنی جگہ جانوروں میں بھی مزاحمت اور مقابلے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جب آدمی دوسروں کی طرف سے مدد ملنے والی راہیں مسدود ہو کر موت سامنے دیکھنے لگتا ہے تو بلا تامل مقابلہ اور مزاحمت کرنا شروع کرتا ہے۔ یہاں دوسرے شخص کی امیدوں کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں، سہارے ختم ہو چکے ہیں، سہارا دینے والا بھی یقیناً آخر کار تھک ہار کر مایوس ہو جاتا ہے۔ بالآخر دوسرے لوگوں کو بھی درخت سے نیچے آ کر مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ دوسرا آدمی بھی شاخ کے ذریعے بھیڑیے کو مار دیتا ہے۔ اس وقت اس کو فرحت محسوس ہوتی ہے۔ وہ نازاں ہو کر چیخ اٹھتا ہے اور اس کو علم ہو جاتا ہے کہ اتنی اذیت ناک لمحات گزارنا عبث تھا کیونکہ وہ پہلے سے ہی بھیڑیوں سے مقابلہ کر کے اپنا حق چھین سکتا تھا۔ دشمن کو مار بھگا کر آزادی حاصل کرنے والے انسان کی دلی کیفیت کو فاروق سرور اس طرح بیان کرتے ہیں:

"کتنی حسین ہے آزادی، کتنا خوبصورت ہے اس کا احساس، میں خوشی سے چیخ اٹھتا ہوں، رقص کرتا ہوں، دیوانوں کی طرح اچھلتا ہوں"[۱۳]

انھوں نے افسانے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ لوگ انسان اور سماج دشمن سفاکوں، غاصبوں اور جبر کرنے والوں کے خلاف کھڑے ہو جائیں، جانوں کی قربانی دینے کا عزم کریں تو ان کی فرعونیت اور ظاہری طاقت نہ صرف ختم ہو سکتی ہے بلکہ ظالم لوگ ماحول اور منظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ افسانے میں کسی بھی سماج اور ماحول میں رہنے والے پر ظلم ہونے اور ان کے حقوق غصب ہونے کی وجہ لوگوں کے آپس میں اختلافات، سازشوں اور عدم اعتماد کو قرار دیا ہے۔ اگر سازش کے جال میں پھنسے بغیر متحد ہو کر اپنے حقوق اور آزادی کے لیے جدوجہد، مزاحمت اور مقابلہ کیا جاتا ہے تو اپنی منزل تک رسائی حاصل کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ افسانے کو ماحولیاتی تناظر میں دیکھنے سے سماج میں

ماحولیاتی انصاف کی کمی، حقوقِ بشر کی پائمالی کی نشان دہی کرنے کے علاوہ حل اور شعور دیتے ہوئے امید دلائی گئی ہے کہ اگر لوگ متحد ہو کر اپنے حقوق حاصل کرنا چاہیں تو بڑی سے بڑی طاقتوں کو شکست دی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔اورنگ زیب نیازی، ڈاکٹر، مترجم، ماحولیاتی تنقید اور عمل، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۱۹ء ص ۱۷

۲۔نوشین قمر، ماحولیاتی تنقید: اردو ادب، مضامین/مقالات/کتب۔بنیاد، جلد ۱۳، ۲۰۲۲، ص ۲۲۵

۳۔صوفیہ خشک، ڈاکٹر، حجاب کا ناول اور ماحولیاتی تنقید، الماس تحقیقی جرنل، ۱۹، ۲۰۱۷ء ص ۹۰

۴۔محمد عرفان، مغرب میں ماحولیاتی تنقید: آغاز و ارتقا، جہانِ تحقیق، جلد ۵، ۲۰۲۲ء ص ۴۳

۵۔طاہر اقبال، بلوچستان کا مسلہ اور اردو افسانہ، ماہنامہ سنگت، کوئٹہ، جون ۲۰۲۴ء

۶۔ایضا

۷۔اورنگ زیب نیازی، ڈاکٹر، اردو ادب: ماحولیاتی تناظر، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۲ء، ص ۱۵۸

۸۔فاروق سرور، بھیڑیا، اردو، جماعت نہم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۲۴ء، ص ۲۲

۹۔ایضاً، ص ۲۳

۱۰۔محمد اسحاق، اردو میں ماحولیاتی تنقید کے بنیادی مباحث کا جائزہ، حرف و سخن، ۲۰۲۴ء ص ۱۵۹

۱۱۔فاروق سرور، بھیڑیا، اردو، جماعت نہم، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۲۴ء، ص ۲۳

۱۲۔ایضاً

۱۳۔ایضاً، ص ۲۴

References:

1. Aurangzeb Niazi, Doctor, Translator, Environmental Criticism and Practice, Urdu Science Board, Lahore, 2019, p. 17

2. Nosheen Qamar, Environmental Criticism: Urdu Literature, Essays/Articles/Books, Foundation, Volume 13, 2022, p. 225

3. Sophia Khushk, Doctor, The Novel of Hijab and Environmental Criticism, Almas Research Journal, 19, 2017, p. 90

4. Muhammad Irfan, Environmental Criticism in the West: Beginning and Evolution, Jahan Tehqeeq, Volume 5, 2022, p. 43

5. Tahir Iqbal, The Issue of Balochistan and Urdu Fiction, Monthly Sangat, Quetta, June 2024

6 . Ibid

7. Ongzeb Niazi, Doctor, Urdu Literature: Environmental Perspective, Sang Mil Publications, Lahore, 2022, p. 158

8. Farooq Sarwar, Wolf, Urdu, Class Ninth, National Book Foundation, Islamabad, 2024, p. 22

9. Ibid, p. 23

10. Muhammad Ishaq, Review of Fundamental Discussions of Environmental Criticism in Urdu, Harf-o-Sukhan, 2024, p. 159

11. Farooq Sarwar, Wolf, Urdu, Class Ninth, National Book Foundation, Islamabad, 2024, p. 23

12. Ibid

13. Ibid, p. 24